بسم اللہ الرحمن الرحیم

وظیفے میں قرآن پاک کے لفظ کو تبدیل کرنے کا حکم

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض بزرگانِ دین دعا یا وظائف میں قرآن کریم کی بعض آیات مبارکہ کے الفاظ خصوصاً اسمائے الٰہی کو تبدیل کر کے پڑھتے ہیں، جیسے ''رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا'' کو ''فَاتَّخِذْهُ كَفِيلًا'' کہہ کر پڑھتے ہیں، تو کیا شرعاً یہ عمل جائز ہے؟

جواب

بلاشبہ قرآن مجید کے نظم و معنی میں دانستہ تبدیلی کرنا ناجائز و گناہ بلکہ بعض اوقات کفر بھی ہو سکتا ہے۔ تاہم سوال میں جو صورت ذکر کی گئی اس میں نیت پر مدار ہے۔ معاذاللہ قرآن مجید میں تبدیلی کی نیت ہو تو کفر ہے لیکن یہ مسلمان سے متصور نہیں اور اگر آیت کے معانی کی تفصیل کے طور پر ہو تو جائز ہے اور یونہی اقتباس کے طور پر ہے تو بھی یہ قرآن مجید میں تبدیلی کی نہیں بلکہ ایک جائز صورت ہے۔

جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ بسا اوقات نظم و نثر میں الفاظ قرآنیہ کو اس طرح اپنے کلام کا حصہ بنایا جاتا ہے کہ اس میں اس کے کلام ربانی ہونے کی طرف اشارہ تک نہیں ہوتا، مثلاً ''قال اللہ تعالی'' وغیرہ الفاظ کہے بغیر ہی اسے اپنے کلام میں ذکر کر دیا جاتا ہے اور اس سے قرآن مجید یا اس کی تلاوت مقصود نہیں ہوتی، اس عمل کو فنی اور اصطلاحی طور پر اقتباس کہا جاتا ہے۔

اور اقتباس کے بارے میں علمائے دین کی واضح تصریحات موجود ہیں کہ چونکہ ایسی صورت میں ذکر کردہ الفاظِ قرآنیہ سے قرآن مقصود نہیں ہوتا، اس وجہ سے یہ الفاظ قرآن ہونے سے نکل کر مقتبس کا اپنا کلام بن جاتے ہیں، جس کے سبب اس پر قرآنِ مجید والے احکام جاری نہیں ہوتے اور نہ ہی اسے قرآنِ مجید کی تلاوت کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقتباس میں ذکر کردہ الفاظ میں معمولی تبدیلی بھی جائز ہوتی ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ہمیں ایسی متعدد احادیث دیکھنے کو ملتی ہیں جن میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الفاظِ قرآنیہ کو اپنے کلام میں شامل فرمایا یا انہیں بطورِ دعا پڑھا، لیکن ساتھ ہی ان میں معمولی تبدیلی بھی فرمادی؛ مثلاً کسی لفظ کا اضافہ کر دیا، کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیا، یا بعض اوقات کوئی لفظ حذف فرمادیا۔ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مبارک عمل کے تحت شارحینِ حدیث اور علمائے دین نے یہی توجیہ بیان فرمائی ہے کہ آپ کا یہ عمل بطورِ اقتباس تھا، ورنہ اگر آپ کا مقصد تلاوتِ قرآن ہوتا تو ہرگز تبدیلی نہ فرماتے، کیونکہ یہ عمل ناجائز اور گناہ ہے۔

بالکل اسی طرح جب ہمیں بزرگانِ دین کی بیان کردہ دعاؤں یا وظائف میں الفاظِ قرآنیہ سے مشابہ الفاظ نظر آئیں، اور وہاں اس بات کا کوئی قرینہ موجود نہ ہو کہ وہ انہیں بطورِ قرآن بیان کر رہے ہیں، نیز ان میں معمولی تبدیلی بھی پائی جائے، تو واضح ہو جائے گا کہ ان کا یہ کلام اقتباس پر مبنی ہے۔ کیونکہ اگر ان کا مقصد تلاوتِ قرآن مجید ہوتا تو وہ ہرگز ہرگز اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ فرماتے۔

ہم طوالت سے بچتے ہوئے ذیل میں صرف چار احادیثِ مبارکہ اور ان کے متعلق شارحینِ اور علمائے دین کے اقوال بطورِ دلیل ذکر کریں گے۔ ورنہ اس طرح کی اور بھی روایات موجود ہیں۔ نیز علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الحاوی للفتاوی میں اس عنوان پر نہایت مفصل بحث فرمائی ہے اور اس سلسلے میں احادیث و اقوالِ علما سے کثیر تائیدات بھی ذکر فرمائی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے اس مقام کی طرف بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "گزشتہ رات عفریت جن مجھے پریشان کرنے کی کوشش کرنے لگا تاکہ میری نماز میں خلل ڈالے، تو اللہ نے اسے میرے اختیار میں کر دیا، میں نے چاہا کہ اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم سب اسے دیکھ سکو، لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آگئی: "رب هب لي ملكا لا ينبغي لأحد من بعدي" یعنی میرے رب مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ (صحیح البخاری، ج 01، ص 99، رقم 461، السلطانیۃ، بالمطبعۃ الکبری الأمیریۃ، ببولاق مصر) حالانکہ یہی دعا قرآن مجید فرقان حمید میں یوں مذکور ہے: "رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَهَبۡ لِیۡ مُلۡكًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ" (سورہ ص، آیت 35)، یعنی آیت میں "اغفرلی" کے الفاظ بھی تھے لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کو ادا نہیں فرمایا۔

(۲) سنن نسائی وغیرہ کتب حدیث میں حضرت محمد بن مسلمہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لئے تکبیر کہتے تو ثنا کے طور پر یہ دعا پڑھتے: "وجهت وجهي للذي فطر السموات و الارض حنيفا مسلما، و ما أنا من المشركين" (سنن نسائی، ج 02، ص 131، رقم 898، المکتبۃ التجاریۃ الکبری بالقاہرۃ)، اور دوسری روایات کے مطابق "و ما انا من المشركين" کی جگہ "انا من المسلمين" کہتے۔ (مشکوۃ المصابیح، ج 01، ص 260، رقم: 821، المکتب الإسلامی، بیروت) حالانکہ قرآن مجید کی آیت میں یہ دعا یوں مذکور ہے: "اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ" (سورہ انعام آیت 79) یعنی ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء میں لفظ "اِنِّیۡ" کو ترک فرمایا اور دوسری تبدیلی "حنيفا" کے بعد "مسلما" کا اضافہ فرمایا اور تیسری تبدیلی یہ کہ "و ما انا من المشركين" کی جگہ "انا من المسلمين" ارشاد فرمایا۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، موطا امام مالک و دیگر کتب احادیث میں موجود کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اللّٰهم فالق الإصباح، و جاعل الليل سكنا، و الشمس و القمر حسبانا" یعنی اے تاریکی کو چاک کر کے صبح نکالنے والے، رات کو آرام کا ذریعہ بنانے والے اور سورج اور چاند کو اوقات کے حساب کا ذریعہ بنانے والے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج 06، ص 24، رقم: 29193، دار التاج-لبنان) (موطا امام مالک، ج 01، ص 212، رقم 27، دار احیاء التراث العربی، بیروت-لبنان)، جبکہ یہی الفاظ آیت میں اس طرح موجود ہیں: "فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّیۡلَ سَكَنًا وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ حُسۡبَانًا" (سورہ انعام آیت 96)۔ یعنی آیت میں مذکور لفظِ "جعل" کو تبدیل کر کے سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے "جاعل" کا لفظ ارشاد فرمایا۔

(۴) اسی طرح ترمذی کی ایک حدیث پاک میں ارشاد ہوا: "إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض" یعنی جب تمہارے پاس نکاح کا ایسا پیغام آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو فورا نکاح کرلو، ورنہ زمین میں فتنہ اور بہت فساد ہوگا (سنن ترمذی، ج 02، ص 380، رقم: 1084، دار الغرب الإسلامي- بیروت)۔ جبکہ سورہ انفال آیت نمبر 73 میں مذکورہ الفاظ یوں موجود ہیں: "اِلَّا تَفۡعَلُوۡہُ تَکُنۡ فِتۡنَۃٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ فَسَادٌ کَبِیۡرٌ" یعنی آیت میں موجود لفظ "کبیر" کو لفظ "عریض" سے تبدیل فرما دیا گیا۔

مذکورہ بالا احادیث میں اقتباس مقصود تھا، اب اس کے متعلق تصریحات ملاحظہ ہوں:

صحیح بخاری کی حدیث کے تحت فتح الباری، عمدۃ القاری اور الکواکب الدراری میں ہے، واللفظ للآخر: "(رب هب لي) نظم القرآن رب اغفرلي وهب لي ولعله ذكره على قصد الاقتباس من القرآن لا على قصد انه قرآن" حضور علیہ السلام کے الفاظ رب ھب لی ہیں جبکہ قرآن کا نظم رب اغفر لی و ھب لی ہے، ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس کو قرآن سے اقتباس کے طور پر ذکر فرمایا ہو نہ کہ قرآن کے قصد سے۔ (فتح الباری، ج 02، ص 730، عمدۃ القاری، ج 04، ص 464، الکواکب الدراری، ج 04، ص 121، مطبوعات بیروت)

حدیث نمبر 2 اور 3 میں اقتباس مراد ہونے کے متعلق الاتقان فی علوم القرآن میں ہے: "وقد تعرض له جماعة من المتأخرين فسئل عنه الشيخ عز الدين ابن عبد السلام فأجازه واستدل له بما ورد عنه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قوله في الصلاة وغيرها: وجهت وجهي: إلى آخره وقوله: اللهم فالق الإصباح وجاعل الليل سكنا والشمس والقمر حسبانا" متاخرین کی ایک جماعت اقتباس کے درپے ہوئی اور اس کے متعلق شیخ عز بن عبد السلام سے پوچھا گیا، تو آپ نے نماز و دیگر کے متعلق آنے والی روایات سے استدلال فرماتے ہوئے حکم جواز بیان فرمایا، جیسے وجہت وجھی سے آخر تک دعا، یونہی اللّٰھم فالق الاصباح سے آخر تک دعا۔
(زبدۃ الاتقان، ج 01، ص 386، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب)

حدیث نمبر 4 کے متعلق الحاوی للفتاوی میں ہے: "أخرج الترمذي--- قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إذا أتاكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض، وفي آخر سورة الأنفال: ﴿اِلَّا تَفۡعَلُوۡہُ تَکُنۡ فِتۡنَۃٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ فَسَادٌ کَبِیۡرٌ﴾ [الأنفال: ٧٣]، وفيه حجة أنه يجوز تغيير بعض النظم بإبدال كلمة بأخرى، وبزيادة ونقص، كما يفعله أهل الإنشاء كثيرا؛ لأنه لا يقصد به التلاوة، ولا القراءة، ولا إيراد النظم على أنه قرآن" ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام لے کر آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس کا نکاح کردو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ اور سورہ انفال کے آخر میں یوں مذکور ہے: "إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد كبير"۔ اس روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ بعض اوقات مقتبس نظم میں معمولی تبدیلی کی جاسکتی ہے، جیسے کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دینا، یا کمی بیشی کرنا، جیسا کہ اہلِ انشاء و ادب کرتے ہیں، کیونکہ ان کا مقصود تلاوت، قراءت یا بحیثیت قرآن اسے ذکر کرنا نہیں ہوتا۔
(ملتقطا از الحاوی للفتاوی، ج 01، ص 308، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت-لبنان)

اقتباس میں تغییر یسیر کے جواز کے متعلق امام محمد بن احمد دسوقی بھی حاشیۃ الدسوقی علی تلخیص المفتاح میں لکھتے ہیں: ”انہ یجوز فی اللفظ المقتبس تغییر بعضہ فلو کان المضمن ھو القرآن حقیقۃ کان نقلہ عن معناہ کفرا و کذالک تغییرہ“ **مقتبس الفاظ میں معمولی تبدیل کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر شامل کیا جانے والا کلام حقیقی طور پر قرآن ہوتا تو اس کو اس کے اصل معنیٰ سے پھیرنا، یونہی اس میں تبدیلی کرنا کفر ہوتا۔** (حاشیۃ الدسوقی علی تلخیص المفتاح، ج02، ص644، مطبوعہ کوئٹہ)

اقتباس کی تعریف کے متعلق الاتقان اور در منتقی میں ہے، واللفظ للآخر: ”الاقتباس: تضمین الشعر او النثر بعض القرآن لا علیٰ انہ منہ بان لا یقال فیہ قال اللہ تعالیٰ ونحوہ، فان ذالک حینئذ لا یکون اقتباسا“ **اقتباس یہ ہے کہ شعر یا نثر میں قرآن کی کسی آیت کو شامل کرنا، لیکن اس طور پر نہیں کہ یہ قرآن کا حصہ ہے، یعنی اس میں اس طرح کے الفاظ نہ کہے جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیونکہ اس صورت میں یہ اقتباس نہیں رہے گا۔** (الدر المنتقیٰ مع مجمع الانھر، ج02، ص439، مطبوعہ کوئٹہ)

امام احمد بن علی بہاء الدین سبکی عروس الافراح شرح تلخیص المفتاح میں لکھتے ہیں: ”والمراد بتضمینہ أن یذکر کلاما وجد نظمہ فی القرآن، أو السنۃ مرادا بہ غیر القرآن فلو أخذ مرادا بہ القرآن، لکان ذلک من أقبح القبیح، ومن عظام المعاصی، نعوذ باللہ منہ“ **اور اس کے شامل کرنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا کلام جس کا نظم قرآن یا حدیث میں پایا جاتا ہو، ذکر کیا جائے اور اس سے مقصود قرآن نہ ہو، کیونکہ اگر قرآنی آیت قرآن کے قصد سے شامل کی جائے، تو یہ بہت بری چیز اور بڑے گناہوں میں سے ایک ہوگا، ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔** (عروس الافراح شرح تلخیص المفتاح، ج02، ص332، مطبوعہ المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: HAB-0690

تاریخ اجراء: 13 جمادی الثانی 1447ھ/05 دسمبر 2025ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net